Session: 2020-21

KNOWLEDGE SERIES-I

دلت کون ہیں؟

(Who is Dalit?)

(For Academic and Knowledge Dissemination Purpose Only)

Prepared by

Dr. A Nageswara Rao

Assistant Professor, ACSSEIP, MANUU

Al Beruni Centre for the Study of Social Exclusion and Inclusive Policy

Maulana Azad National Urdu University,

Gachibowli, Hyderabad-500032

تمہید

آج کل 'دلت' لفظ کے استعمال کو لیکر ملک میں سیاست زور شور پر چل رہی ہے۔ اس لفظ کے استعمال پر پابندی عائد کی جارہی ہے۔ اس مطالعہ میں اس بات کو اجاگر کیا گیا ہے کہ آخر دلت کون ہیں اور تاریخ میں اُنکی حیثیت کیا ہے۔ تقریباً 250 ملین ہندوستانی، یعنی ملک کی مجموعی آبادی کا 25 فیصد آبادی دلتوں کی ہے۔ ملک کے آئین کے مطابق تمام شہریوں کو مساوی حقوق اور مواقع دستیاب ہیں۔ لیکن اب بھی ملک کے بیشتر مقامات پر دلت اس سے محروم رکھے گئے ہیں۔ آبادی کے تناسب میں اگر ہم بات کریں تو ہر چار افراد میں ایک فرد دلت طبقے کا ہے۔ اس باوجود یہ حقیقت آئینہ کی طرح عیاں ہے کہ اب بھی اس ملک میں دلت حقیقی اقدار سے محرومی کا شکار ہیں۔ سطح غربت سے نیچے کی زندگی گزارنے پر مجبور کردئے گئے ہیں۔ تعلیمی، سماجی اور معاشی طور پر بھی پسماندہ ہیں۔

'دلت ' لفظ مراٹھی لفظ ہے اس کی جڑیں عبرانی اور سنسکرت زبانوں سے جڑی ہوئی ہیں۔ 'دلت' کے لفظی معنی مظلوم کے ہیں۔ جو ہندوستان میں ایسی ذاتوں کے لئے استعمال کیا جارہا ہے جنھیں سماج کے ظالمانہ قواعد کی بنا پر اچھوت کردیا گیا تھا۔ کرہِ عرض پر بحثیت ایک انسان ایک فرد کو جو حقوق حاصل ہوتے ہیں۔ ہندوستانی سماج کے اعلیٰ طبقات نے اُن بنیادی حقوق سے بھی اِن مظلوموں کو کوسوں دور رکھا تھا۔ اِنکی زندگی میں کہیں کوئی آزادی یا اپنی مرضی سے جینے کا کوئی اختیار نہیں تھا۔ جینے کا انداز وہی ہوتا تھا جو اعلیٰ ذات والے اِن کے لئے مقرر کیا کرتے تھے۔ بدترین ظلم سہہ چکے اِن اچھوت ذاتوں کو دلت کا نام دیا گیا۔ اس پر مزید جاننے سے قبل اب نظر ڈالتے ہیں قدیم ہندوستان کے سماجی دھانچے پر

قدیم ہندوستان کا سماجی دھانچہ

ہندوستان کی قدیم سماجی مطالعہ کا کام ایسٹ انڈیا کمپنی نے کیا ہے۔ کیونکہ انگریز اس بات سے اچھی طرح واقف تھے کہ ہندوستان کے سماج مطالعے کے بغیر وہ اس ملک پر راج نہیں کرسکتے ہیں۔ اس بات کا اندازہ ہندوستان کے سماجی تاریخ سے تعلق رکھنے والی پہلی انگریزی تصنیف 'ہندو قوانین کا ایک مجموعہ' A Code of Gentoo laws کے پیش لفظ میں درج اس عبارت سے ہوتا ہے کہ ''ہندوستانی تجارت کی اہمیت اور بنگال میں علاقائی تسلط کی منفتو کو محض اس صورت میں برقرار رکھا جاسکتا ہے جب ہم ملک کے اُن ابتدائی نظاموں کو اپنائیں جو فاتحین کے قوانین

یا مفاد سے براہ راست متصادم نہ ہوں'' ولیم جونس جسے ہندوستانی علوم کے جدید پیشرو مانا جاتا ہے اُس نے بھی منوسمرتی کے ترجمہ 1978 کے پیش لفظ میں اس بات کو صاف طور پر یوں اُجاگر کیا ہے۔جیمس مل کی تصنیف 'برطانوی ہند کی تاریخ' 1818 شودروں پر بندشوں سے متعلق بحث کی ہے۔ ہندوستانی مورخین کی تصانیف میں بھی قدیم دور کے سماجی نظام کو پیش کیا گیا ہے۔لیکن ہندوستان میں برہمن طبقہ تعلیم یافتہ ہونے کی وجہ سے قدیم ہندوستان میں شودروں کے فن وصلاحیتوں کو ستائش پرمبنی اورانکی صحیح عکاسی کرنے والی کوئی تصنیف نہیں ہے۔ کیونکہ قدیم دور میں شودروں کو لکھنے پڑھنے کا حق حاصل نہیں تھا۔

بلکہ اِن بیچاروں شودروں کو ویدوں کو سننے کا بھی حق نہیں تھا۔اس سے اُس دور کے برہمنوں کا غیر انسانی سلوک آشکار ہوتا ہے۔متین طارق باغپتی نے اپنی تصنیف اسلام اوررواداری میں شودروں کے وید سنے سے متعلق 'گوتم' سے ماخوذ کیا ہے کہ

''اگر کوئی شودر بالاارادہ وید کے الفاظ سن لیتا ہے تو

اس کے کان میں پگلتی ہوئی رانگ یالاکھ ڈال دی جائے

اگر وید کی عبارت پڑھے تو اس کی زبان کاٹ دی جائے

اور اگر اس کو یاد کرے تو اس کے جسم کو دوٹکرے کردئے جائیں''

منوسمرتی میں بھی اس طرح کا ذکر ہے کہ

''ایک شودر اگر دویج کی شان میں گستاخی کرے تو اس کی زبان کاٹ لی جائے [1]

جب اس مظلوم قوم پر اسطرح کی پابندیاں عائد ہوں تو اُن کے کارنامے میں اس زمین ایسے دفن ہوئے ہیں اُنھیں تلاش نہیں کیا جاسکتا ہے۔راقم کو اس سائنس کی ایجادات پر یقین ہے اسی لئے اس بات کی پیش گوئی سائنس کی ترقی کو لیکر کرسکتا ہے کہ اگر مستقبل میں سائنسداں سیاروں اور ہواؤں کی لہروں میں گزرے ہوئے ایام کی آوازوں اور تصویروں کو حاصل کرنے کے قابل ہونگے تو یقین ہندوستان کے قدیم دور کی حقیقی تصویر آشکار ہوگی۔

قدیم دور کی مذہبی کتابوں میں شودر طبقے کی صلاحتوں کا ذکر کہیں نہیں ملتا ہے۔ بلکہ اِن تمام کتابوں میں برہمنوں

سمیت دیگر اعلیٰ ذاتوں کو ہی نمایاں طور پر اُنکی کامیابیوں اور صلاحیتوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔قدیم ہندوستان میں شودروں کی حیثیت اور اُنکے موافق پہلو پر توجہ نہیں مرکوز کی گئی یہی وجہ رہی کہ سبھی مورخین نے اپنی تصانیفات میں اس جانب مناسب روشنی نہیں ڈالی ہے۔ویدوں اور دیگر مذہبی کتابوں میں جہاں بھی شودر طبقات کا ذکر ہے۔اُنکی سزاؤں اور اُنکے لئے مختص کردہ کام اور طریقہ کام سے متعلق ہی ہے۔شودروں پر لگائی گئیں بندشیں اُنکی خوشحالی اور اُنکے اُمنگوں اور مسرتوں پر ضرب کی مماثل ہی تھیں۔معروف روسی منصف ,Russian writer G. F. Ilyin (1950) نے اپنے ایک تحقیقی مقالے میں دھرم شاشتروں کے حوالے سے یہ ثابت کیا ہے کہ شودر غلام نہیں تھے۔[2]

شودروں کی زندگی کا ذکر اگر پہلی بار کسی تصنیف میں واضح طور پر ملتا ہے تو وہ وی ایس شاستری کی 1922 میں لکھی گئی ''دی اسٹاٹس آف دی شودراس اِن انیشینٹ انڈیا'' میں ملتا ہے۔اس تصنیف میں شامل ایک مختصر مضمون میں شودروں کی اصطلاح کے فلسفیانہ بنیاد پر بحث کی گئی ہے۔

شودروں سے متعلق دیگر مورخین کی تصانیف کا اگر جائزہ لیں تو یہی بات سامنے آتی ہے کہ قدیم دور سے ہی انکی زندگیوں کے ساتھ غیر انسانی سلوک کیا گیا ہے۔ڈاکٹر رام شرن شرما نے اپنی تصنیف 'قدیم ہندوستان میں شودر کے باب دوم میں اصل کے نام سے تحریر کردہ مضمون میں 1847ء روتھ کے قول کو ماخوذ کرتے لکھا ہے کہ '' روتھ نے سوجھاؤ دیا ہے کہ ہوسکتا ہے کہ شودر آرائی سماج کے حدود کے باہر رہے ہوں اس کے بعد سے معمولاً یہ خیال کیا جاتا ہے کہ برہمنی سماج کے چوتھے ورن کی تشکیل خاص طور پر غیر آرائی آبادی کو ملا کر انجام دی گئی اور انکی یہ حالت زار آرائی فاتحین کے ہاتھوں ہوئی ہو' وہیں آگے اُنھوں نے آر سی دت کے قدیم ہندوستانی تہذیب سے اخذ کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اس نظریہ کو یورپ کے سفید فارم باشندوں اور ایشائی افریقہ کے غیر سفید فارم آبادیوں کی باہمی نزاع کی تمثیل سے تقویت حاصل ہوتی ہے۔''[3] ویدوں میں آریاؤں کو اونچا دکھایا گیا ہے جبکہ شودر کو نیچا دکھا گیا ہے۔آریاؤں کے مقدس

دیوتا مانے جانے والے اِندرا کا ظہور داسوں کے فاتح کے طور پر کیا جاتا ہے۔اس کو اتھروید کے کئی منتروں میں دہرایا گیاہیکہ ''یمنا وشواچیاون، کرتیالی یود آسم ورنا مادھرم گوہا کہہ' اس کا مطلب یوں ہے کہ اندرا نے اسفیل داس ورن کو غار میں قید کر دیا۔اس ذکر رگ وید اور اتھر وید میں بھی ملتاہیکہ اندرا نے دنیا کو منظّم کرنے کیلئے اور داسوں کو محکوم بنانے کی مہم کو اپنے ذمہ لی تھی۔ جسے رگ وید میں یوں کہا گیا ہے کہ ''یتھا وشام نویتی واسمار یااہیہ''[4]

اگر رگ وید کے منتروں کا غور سے مطالعہ کریں تو داس قبلیوں کو کچلنے کا اندر سے پرارتھنا کا مسلسل موضوع رہا

ہے۔

''وآموشایاچاوبیہ'' اس سے یہی مراد لیا جاتا ہے کہ داسوں کی تباہی سے ماخوذ ہے۔

یہی نہیں بلکہ رگ وید میں 'اندر' کو دسیوں کو تمام چھے اوصاف سے محروم کرنے والے اور داسوں کو محکوم بنانے والے کے طور پر نمایاں انداز میں پیش کیا گیا ہے۔ رگ وید میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ اندر نے دسیوں کو قتل کر کے آریہ ورن کو محفوظ کر لیا ہے۔ جس کو رگ وید میں یوں کہا گیا ہے کہ ''ہوستوی دسیون پردریم ورناماوت''[5] اگر رگ وید کا گہرائی سے مطالعہ کریں تو اندر کے ہاتھوں دسیوں کے مارے جانے کے کم سے کم بارہ حوالے ملتے ہیں۔ آریاؤں کی طاقت کو بڑھانے کیلئے داسیوں خلاف جنگ کرنے کی پرارتھنا کی جاتی ہے۔

دسیوں کی زندگی کا ذکر ہمیں Sir Mortimer Wheeler کی کتاب The Indus Civilization میں بھی ملتا ہے۔ سر مارٹیمر وہیلر لکھتا ہے کہ ''دسیوں کی زندگی کے طریقہ نے آریوں کو ان کا مزید مخالف بنایا۔ آریاؤں کی مویشیوں کی پرورش پر مبنی قبائیلی اور نیم سکونتی زندگی، مقامی تہذیب کے لوگوں کی جمی جمائی اور شہری زندگی سے میل نہ کھاتی تھی۔'' [6]

ویدیک دور میں نمایاں قبائیلی زندگی، گنتر، سبھا، سمیتی اور رودا تھا ایسے کئی پنچایتی اداروں کے تھی جن میں ہون کا اہم کردار ہوا کرتا تھا لیکن دسیوں کو ہون سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ رگ وید میں کہا گیا ہے کہ اندر داس اور آریہ کے درمیان امتیاز کرتا ہوا ہون میں آیا کرتا تھا۔ رگ وید کے ساتویں پاٹھ میں مکمل عبارت دسیوں کے ہون کی خصلت کو ظاہر کرتی ہے۔ اس عبارت میں 'اکراتون'، اشرّ دھان۔ اور ایاجنان سے تعبیر کی گئی ہے۔ وہیں اتھر وید چاپٹر دوادھائیہ 514 میں دسیوں کو ایسی خبیث کے طور پر دکھایا گیا ہے جنھیں ہون سے دور بھگا دینا چاہئے۔ داسیوں کو آدم زاد سے انکار اور اُنکی بھینٹ چڑانے کا ذکر بھی اتھر وید میں ملتا ہے۔

سریدھر وینکٹیش کیٹکر نے اپنی تصنیف The History of Caste in India: Evidence of the Laws of Manu on the Social Conditions in India During the Third Century A. D میں ہندوستان کے قدیم سماجی نظام کو اُجاگر کیا ہے۔

رگ وید کے مختلف عبارتوں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اُس دور میں غیر آریاؤں کے ساتھ انتہائی غیر انسانی سلوک کیا جاتا تھا۔ آریا دراصل غیر آرائیوں پر حملہ کر کے اُنھیں اپنا محکوم بنا لیا تھا۔ مشہور مورخ آر ایس شرما نے، جنرل آف

بہار ریسرچ سوسائٹی میں شائع اپنے ایک تحقیقی مقالے میں لکھا ہے کہ ہندوستان میں آریہ زیادہ تعداد میں آیئے کوئی بے جا جسارت نہ ہوگی۔ دشمن قبیلوں کے تھوڑے امکانی اختلاط کے باوجود لڑنے والے اور پروہیت، آریہ آبادی کی ایک مختصر اقلیت رہی ہے۔ امتداد زمانے کے ساتھ ساتھ آریاؤں کی اکثریت عوامی اور زرعی غلاموں کی حیثیت پر پہنچنے سے محفوظ نہیں رہے سکی۔ لیکن رگ وید عہد میں معاشی اور سماجی تفریق کا عمل ابھی اپنے بالکل ابتدائی مرحلے میں تھا۔ ایک ایسے سماج میں جسکا غالب عنصر قبائلی تھا، فوجی سرداروں کے پاس مشکل سے کوئی مستقل اور پابندی سے حاصل ہونے والا غلہ مویشیوں کی بچت رہا کرتی تھی۔ جوان کے اور انکے پرہتوں کی معاشی اور خوشحالی کا ذریعہ بن سکے۔ ان کی آمدنی کا اہم ترین ذریعہ مفتوح اقدام سے گاہے گاہے جبراً اُصولی کیا ہوا خراج اور مال غنیمت تھا۔ قیاس ہے کہ ان آمدنیوں میں بھی انھیں قبیلے کے افراد کو شریک دار بنایا ہوتا تھا۔"

ویدک دور میں شودروں کے تعلق سے یہ مفروضہ تھا کہ وہ پہلے انسان (منو) کے پاؤں سے جنم لئے تھے۔ ویدوں میں کئی حوالے ایسے ملتے ہیں جس میں آریائی دیوتا سوم کو سیاہ فام لوگوں کو جو ظاہری طور پر ویشو تھے قتل کرتا ہوا بیان کیا گیا ہے کہ

"گھناتھ کرشنم اپاتواسم ۔۔۔ ساہ داسوداسیوم اورتام" 7

رگ وید میں سیاہ فام باشندہ کو راکھشس کے طور پر بھی اجاگر کرنے کے بیشتر ثبوت موجود ہیں۔ یہاں یہ تذکرہ ضروری سمجھتا ہوں کہ کسی بھی مہذب سماج میں اخلاقی اُصولوں کا ایک ضابطہ ہوتا ہے۔ لیکن سماج میں رہنے والا ایک گروہ جس کے ساتھ مسلسل ناانصافی ہورہی ہے تو وہ انتخامی روش اختیار کرتا ہے۔ اگر ویدوں میں جہاں کالے گرہ یعنی سیاہ فام باشندوں کی جو تصویر کشی کی گئی ہے۔ اس سے خود اس بات کا واضح اندازہ ہوجاتا ہے کہ اُس دور میں سیافام باشندوں کے ساتھ ہونے والا سلوک غیرانسانی تھا۔ جس کی بناء پر اگر کوئی اپنے جائز حقوق کیلئے سر اُٹھانے کی کوشش کرتا تو اُسے اقتدار پر فائز آریائی گوری نسل نے ثواب کے نام پر اُن کی کوشش کو ختم کر دیا ہے۔ اور اس طرح کی تصویر بنا کر پیش کی کہ سیاہ فام لوگ وحشی اور راکھشس ہیں اور اُنکا قتل مذہبی اعتبار سے جائز ہے۔ جبکہ ساہ فام باشندوں کی سماج میں کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔ رگ وید میں اسکی مثال ہمیں اندر کے کرشن نامی شخصیت کے خلاف جنگ کے حوالے سے یوں ملتی ہے کہ

"آدھ دراپسوامسوماتیا اُپاستھے دھارایاتروام تو ساتاہ۔ ولیوادیور بھیا کرتیتر پر ہیاتینا یوجیند راہ ساہے" 8

بیشتر مورخین کا یہی ماننا ہے کہ داس کالے رنگ کے ہوا کرتے تھے۔ جبکہ آریا گورے تھے اور اِن دونوں میں کافی دشمنی تھی۔ داسوں کو ہتھیار سے محروم رکھنے کا ذکر بھی رگ وید میں موجود ہے، جو سات سمندروں کے کنارے راکھشسوں سے بچانے کیلئے اندر کی تعریف میں بیان کی ہے کہ

''یان نکشا دامہا سومُکاری اُدآرت سپتا سین دھشو دآدھار واسا سیانن منانینماہ''[9]

کلکتہ ہائی کورٹ کے سابق جج و موظف انڈین سول سرونٹ F. E. Pargiter نے اپنی تصنیف Ancient Indian Historical Tradition میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ برہمنزم ایک قبل آرائی ادارہ نظام ہے۔ F.E. Pargiter مطابق لفظ 'برہمن' کو رومن بادشاہوں کے دور میں ایک خاص قسم کے پروہیت کے عہدے نام فلامن سے تعبیر کیا ہے۔ لیکن بعد تحقیق میں دیگر مورخین نے اس سے اتفاق نہیں کیا ہے۔

رگ وید میں شودورن کی کوئی شہادت نہیں ملتی ہے لیکن غلاموں کا ذکر ملتا ہے۔ جسے محکوم طبقے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ مورخین کی اکثریت اس بات سے اتفاق کرتے ہیں کہ آریا اپنے مرد دشمنوں کو قتل کرنے کے بعد اُنکی عورتوں کو غلام بنالیا کرتے تھے۔ اس لئے رگ وید میں پوروُکستہ کے بیٹے ترسہ دسیو کی جانب سے پچاس عورتوں کے دان کرنے کا ذکر ملتا ہے۔ جن عورتوں کو غلام بنایا جاتا تھا انھیں گھریلوں کام کاج کیلئے رکھا جاتا تھا۔ داس یعنی داسوں کی عورتیں تھیں۔ وید دور میں مرد غلام مشکل سے پائے جاتے ہیں۔

لیکن اگر اِن ویدوں میں دیکھا جائے تو شودر کا ذکر بھی واضح طور پر موجود ہے۔ رگ وید کے انسان کا بھجن مانے جانے والے پُرش سُکتہ میں درج آفرینش کی کہانی میں ملتا ہے۔ اس بھجن کو اس مجموعے کے دسویں سکند میں ایک اضافے کے طور پر پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن چند تبدیلیوں کے ساتھ بعد ویدوں قدیم تحریروں جیسے پنتر پنچ برہمن۔ رزمیوں کی روایات مہار بھات، پرانوں اور دھرم شاستروں میں اس کو نقل کیا گیا ہے۔ اس میں درج ہے کہ برہمن اولین انسان (منو) کے منہ سے، کشتری اس کے بازوں، ویش اس کے جانگھوں ور شودر اس کے پاؤں سے آئے ہیں۔ اس بات سے یہ صاف ظاہر ہوتا ہے کہ شودر اسی نسل کے ہیں اور وہ بھی آریائی برادری کا جز تھے لیکن اعلیٰ طبقات والوں نے اپنی اجارہ داری کیلئے انھیں مظلوم بنا دیا تھا۔ ظلم کی انتہاء یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ جو مراعات سماج میں برہمن میں حاصل تھے اُس کا تصور بھی شودر نہیں کر سکتے تھے۔ اُس تصور کرنا بھی انکے لئے پاپ سمجھا جاتا تھا۔ اگر کوئی ایسا کرتا تو اُس کو برہمنوں کے بنائے ہوئے اُصول وقواعد کے مطابق سخت سے سخت ترین سزاء دی جاتی تھی۔

مورخین کی اکثریت اس نتیجے پر پہنچی ہے کہ شودر قبیلہ محکومانہ کام انجام دینے والا آریائی ہی تھا جو اپنے کام کی وجہ

سے گھٹ کر چوتھے ورن کی حیثیت پر پہنچ گیا ہے۔شودر کی اولاد میں اضافہ ہوتا گیا اور جنگلوں میں بھی بستے گئے آہستہ آہستہ سماجی حیثیت گھٹتی گئی۔اس بات کا بھی خلاصہ کردیں کہ آریاؤں کے ہی چوتھے ورن کو آخر شودر کیوں کہا جانے لگا۔

معروف مورخ McCrindle کے مطابق یورپی لفظ Slave غلام اور سنسکرت لفظ داس،مفتوح اقوام کے ناموں سے اخذ کیا گیا ہے۔کیونکہ McCrindle نے اپنی تصنیف Invasion of India میں لکھتا ہے کہ ویسے لفظ شودر بھی اس نام کے ایک مفتوح قبیلہ سے ماخوذ تھا۔اس میں کوئی شبہ نہیں کہ چوتھی صدی ق م میں شودر نام کا ایک قبلہ موجود تھا۔کیونکہ ڈیوڈوروس،سودرئی نام کے قبیلے کے خلاف موجودہ سندھ کے کچھ حصوں میں قابض تھا سکندر کے پیش قدمی کے بارے میں تحریر کرتا ہے

6 ہزار قبل مسیح سے 3 ہزار ق م تک کے طور کا مطالعہ کیا جائے تو شودروں پر پابندیاں عائد کرنے کا واضح ثبوت ملتا ہے۔دھر،شاستروں اور گوتم دھرم سوتروں میں اس کا ذکر موجود ہے۔اِن تحریروں میں اس بات کا واضح ثبوت ملتا ہے کہ شودر کاشت کار تھے۔لیکن وہ بلا زمین مزدور تھے اِن کی کوئی زمین نہیں تھی وہ صرف معمولی اُجرت کے عوض مزدوری کرتے تھے۔جبکہ زمین ویشیوں کی تھی جو حکومت کو اس کی مالگزاری ادا کرتے تھے۔جبکہ شودر دوسروں کے پیر دھو کر اپنی روزی حاصل کیا کرتے تھے۔[10]

اس کے علاوہ تاریخی کتابوں میں اس بات کا بھی ہمیں ثبوت ملتا ہے کہ اگر کوئی مقروض شودر غلام مرجاتا تو اُسکے قرض کی ادائیگی کیلئے اُسکی بیٹی کو گھر میں داسی نوکرانی کے طور پر کام لیا جاتا تھا۔پالی تحریروں میں بھی اعلیٰ ذات کے آرائشوں اور حال زندگی کو بیان کیا گیا ہے لیکن شودروں کے بارے میں زیادہ نہیں بیان کیا گیا ہے۔اگر وراثت کے قانون کی بھی اگر ہم کریں تو شودر بیوی سے پیدا ہونے والے لڑکے کے ساتھ امتیاز کا سلوک ملتا ہے۔بودھیانہ دھرسوتر کے مطابق،برہمن کے لڑکے کو چار،کشتری کے لڑکے کو تین،ویش کے لڑکے کو دو اور شودر کے لڑکے کو ایک حصہ ملے گا[11]

اس دور میں دور میں شودر اچھے فنکار تھے۔تاجر تھے۔لیکن اِن سب کے باوجود سماجی بندیشوں کی وجہ سے متمول اور معیاری زندگی گزار نہیں سکتے تھے۔شودروں کی زندگی میں سخت محنت اور کام کے باوجود بھی ایسی آرائش اور سکون اُنھیں میسر نہیں تھا جو دیگر اعلیٰ طبقات کے لوگوں کو حاصل تھا۔اس عہد میں شودروں کو سیاسی،قانونی اور معاشی حیثیت سے

دور رکھا گیا تھا۔ آپس تنبہ کے مطابق بادشاہ محض آریاؤں کے پہلے تین ورن کے افراد کو ہی مواضعات اور شہروں کو عہدیدار مقرر کرتا تھا۔ اِن کے تحت چھوٹے عہدوں پر بھی شودروں کو مقرر نہیں کیا جاتا تھا۔

''گرامیشونگریشو چہ آریہ نچھوچن ستیہ شیلان پر جا گپتائے ندوھیات۔''[12]

آپس تنبہ میں مزید یہ بھی تحریر ہے کہ بادشاہ کے مشیر اور جج جس کے فرائض کی ذمہ داری آریاؤں کو سونپی جائے اور شودر اُس وقت آریا تصور نہیں کیے جاتے تھے۔

فوجداری مقدمات میں بھی شودروں کے لئے الگ ضابطہ رائج تھا جبکہ اعلیٰ ذات والوں کے لئے ایک الگ اُصول مرتب تھا۔ شودروں کو چھوٹے چھوٹے جرم کیلئے بھی بڑی بڑی سزائیں تعین کی گئیں تھیں جبکہ دیگر ورنوں اعلیٰ ذاتوں کے لئے بڑے بڑے جرم کیلئے بھی معمولی سزا رکھی گئی تھی۔ گوتم سوتر اور اپس تنبہ کے مطابق اگر کوئی شودر، بات چیت، اُٹھنے بیٹھنے اور لیٹنے اور سڑک پر چلنے میں دوسرے ورنوں کی طرح برابری کا مظاہرہ کرے تو اسے کوڑوں کی سزا دی جانی چاہئے۔

''وآچی پتھی شیاما سنداتی، سمبھبو اتو دنڈ تاڈنم''[13]

زنا کے لئے شودر مرد کو سخت سزا تعین تھی۔ اگر کوئی شودر مرد دیگر تین ورنوں کی عورت کے ساتھ زنا کرتا ہے تو اُسکے لئے موت کی سزا کا تعین تھا۔[14]

اِن ہی دھرم شاستروں میں کہیں بھی شودر عورت کے ساتھ اعلیٰ ذات کے مرد اگر زنا کرتا ہے تو اُس کے سزا کا ذکر نہیں ملتا ہے۔ یہاں بھی شودروں کے ساتھ امتیازی سلوک کا واضح ثبوت ملتا ہے۔ شودروں کے قتل اور دیگر ورنوں کے افراد کے قتل کے ریاضت کے معاملے بھی اس عہد میں کافی امتیاز کا ثبوت ملتا ہے۔ جمہورت پسند ذہنوں کے لئے ایک تکلیف دہ بات ہوگی کیونکہ آپس تنبہ اور بودھیانیہ کے مطابق شودر کے قتل اور کسی جانور یا مینڈک، کوا، اُلو کے قتل کیلئے بھی وہی ریاضت مقرر تھی۔

موریائی عہد سے قبل شودروں کی حالت انتہائی ابتر ہوگئی تھی۔ بودھانیہ اور وششٹھ دھرم سوتر کے مطابق شودر کو دیوتا کے پیر سے جنم لینے والے تصور کیے جاتے تھے۔ اس لئے اِن پر کافی سماجی بندھشیں عائد کی گئیں تھی۔ کھانے پینے، شادی بیاہ، تعلیم اور دیگر معاملات میں یہ بندھشیں اِن پر عائد تھیں۔ اگر کوئی شودر کسی برہمن کے یہاں مہمان کے طور پر بھی اگر جاتا تھا تو اُسے باہر ہی رکھا جاتا تھا اُس کے لئے کوئی کام دیا جاتا تھا اور کام ختم ہونے کے بعد ہی بچا کچا اُسے کھانے کیلئے دیا جاتا تھا۔ اس کے علاوہ شودوں کو نام سے نہیں پکارا جاتا تھا۔

اس عہد میں یہ تصور عام تھا کہ شودر کا چھوا ہوا کھانا ناپاک ہو جاتا ہے۔ اور اسے کوئی برہمن نہیں کھا سکتا ہے۔ اپس تنبہ میں یہ بھی تحریر کیا گیا ہے کہ شودر اگر برہمن کو چھوئے جو کھا رہا تھا تو برہمن کو چاہئے کہ وہ اپنا کھانا ترک کر دے کیونکہ شودر کے چھونے سے وہ ناپاک ہو گیا ہے۔[15]

برہمن ہر حال میں وہی ہوتا تھا جس کے پیٹ میں کسی شودر کا کھانا نہ داخل ہوا ہو۔ یہ بھی تصور تھا کہ اگر کسی برہمن کی موت ایسی حالت میں واقع ہو جائے کہ اس کے پیٹ میں شودر کا کھانا موجود ہو تو یا وہ کسی گاؤں میں سور کی حیثیت سے یا کسی شودر کے گھر جنم لے گا۔[16]

دھرم شاستروں سے یہ واضح ہوتا ہے کہ مثالی برہمن ہمیشہ شودروں کے کھانے سے پرہیز کرتا تھا''
سمرتیوں کے مطالعہ سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ شودروں کو ہنر وفن کے کام سیکھ سکتے تھے لیکن وہ ویدکی تعلیم کے حقدار نہیں تھے۔ وید جو کم بیش ادبی تعلیم پر مبنی سمجھے جاتے ہیں۔ دھرم سوتروں کے حوالے سے شودروں کو ویدیک تعلیم سے محروم کر دینے کے نتیجے میں۔ مذہبی رسم ورواج اور دیگر اُمور کی انجام دہی سے محروم کر دیئے گئے تھے۔ کیونکہ پوجا پاٹ اور یگن میں ویدک منتروں کا پڑھا جاتا ہے جو شودورں کو نہیں آتے تھے۔
ارتھ شاستر میں شودروں کی زندگی کے جو ثبوت ملے ہیں وہ بھی انکی سماجی نچلی حیثیت کو اُجاگر کرتی ہے۔ لیکن آرتھ شاستر میں آزاد شودر کا شتکاروں اور زمین کے مالک ہونے کا کہیں کہیں ذکر ملتا ہے۔ آرتھ شاستر میں شودروں کو غیر مستقل کسانوں کے زمرے میں رکھا گیا ہے۔ کوٹلیہ کی تحریروں میں بھی شودروں کو نچلی سطح کا ہی بتایا گیا ہے۔ کوٹلیہ کے مطابق بادشاہ کمزور صحیح مگر اعلیٰ ذات کا ہی ہونا چاہئے تھا۔[17]

ارتھ شاستر میں اس بات کو بھی کہا گیا ہے کہ شودروں کو جاسوسی کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ جاسوسی کا شعبہ موریوں کے انتظامی اُمور کا ایک جز تصور کیا جاتا تھا۔ شودر خواتین کو نہانے کا پانی لانے، بالوں کی آرائش کرنے، بستر لگانے، حجامت بنانے، سنگار تیار کرنے، ناٹک کرنے ناچنے گانے کے کاموں کو مامور کیا جاتا تھا اس کے ساتھ ان شودر عورتوں کو یہ ذمہ داری سونپی جاتی تھی کہ وہ بادشاہ کے افسروں کی ذاتی چال چلن پر نگاہ رکھیں اور اُس کی اطلاع بادشاہ کے خاص افراد کو دیں۔ کیونکہ خدمتی مددگار کی وجہ سے یہ عورتیں ہر پل قریب رہتی تھیں اور اُنکو ذاتی چال چلن کا صحیح اندازہ ہوتا تھا[18]

قانونی اور عدالتی انتظامی اُمور کے حوالے سے کوٹلیہ کے ارتھ شاستر کو دیکھیں تو یہ بھی ورن پر مبنی قانون سازی کی وکالت کرتا ہے۔کم درجہ کے لوگ چنڈال اور ذلیل پیشہ والے اِن لوگوں میں اپنی اپنی برادری کے معاملات کے علاوہ دیگر دیوانی معاملات میں بھی گواہی نہ دے سکتے تھے۔گروی رکھے ہوئے مزدور اپنے مالک کی جانب سے معاہدہ نہیں کر سکتے تھے۔سزاؤں کے معاملے میں بھی کوٹلیہ دھرم سوتروں کی ورنوں کی بنیاد پر تعین کیے گئے امتیازات کو برقرار رکھتا ہے۔ارتھ شاستر میں وراثت کے قانون میں بھی شودروں کے ساتھ امتیاز کا ثبوت ملتا ہے۔

منو کا دور

دو ہزار قبل مسیح سے 2 ہزار عیسوئی تک کے عہد کے جائزہ لیا جائے تو اس میں بھی منو کے قانون کی کتاب ہے۔منو اعلیٰ ذات والوں متبرک سمجھتا ہے۔منو سمرتی میں برہمنی تعصبیت کا آشکار ہوتی ہے۔منو کے مطابق خدا نے شودروں کو اعلیٰ کی خدمت کا حکم دیا ہے۔اسی لئے منو بادشاہ کو نصیحت کرتا ہے کہ وہ ویشوں تجارت کرنے روپیہ قرض دینے زمین کی کاشت کرنے اور مویشی پالنے اور شودروں کو تین اونچی ورنوں کی خدمت کرنے کا حکم دیں۔۔منو کے دور میں شودروں کے آزاد زراعت کرنے کا کوئی واضح ثبوت نہیں ملتا ہے۔

منو کے مطابق شودروں کو دستکاری کے پیشوں کو صرف اس صورت میں اختیار کرنے کا حق حاصل ہے کہ وہ اونچے ورنوں کی راست خدمت کر کے اپنی روزی حاصل کرنے میں ناکام رہیں۔[19]

منو کے ضابطوں کی وجہ سے شودروں کی معاشی حیثیت پر کافی ناخوشگوار اثرات مرتب ہوئی ہیں۔معاشی لین دین سے دشودروں کو دور رکھا گیا۔منو کے مطابق جس کسی بھی شخص کے پاس رقم جمع کی جائے اس کا ایک وصف یہ ہونا چاہئے کہ وہ شخص آریہ ہو[20]

منو کے ضابطے کے مطابق برہمنوں کے یہ بھی اجازت حاصل تھی کہ اپنے شودر غلام کے مال کو وہ پورے اطمینان کے ساتھ ہڑپ کر سکتے تھے۔کیونکہ شودر کو املاک رکھنے کا کوئی حق حاصل نہیں تھا۔گویا شودر کی زندگی ایسے جانور کی طرح تھی جو زمین پر صرف زندگی گزارے وہ بھی اپنے مالک کی مرضی کے مطابق زندگی۔

منو بھی کوٹلیہ کے بیشتر اُصولوں کی پیروی کی ہے۔شودر کو برہمنوں کی خدمت کیلئے مخصوص کرتا ہے۔موریائی عہد کے بعد شودروں اور ویشوں کے درمیان معاشی امتیازات غیر وضع ہونا شروع ہوئے مابعد مورین ملکی نظام میں شودر کی

حیثیت کے تعلق سے منو کثیر معلومات فراہم کرتا ہے۔جس سے شودروں کی مظولوم زندگی پر پڑے پردے اُٹھ جاتے ہیں۔منو بھی شودروں کو انتظامی اُمور سے کافی دور رکھتا ہے۔شودر صرف اپنے ورن کے معاملے میں ہی گواہی دے سکتے تھے جبکہ دیگر تین ورنوں کے معاملات میں شودروں کی شہادتوں کو قابل قبول نہیں سمجھا جاتا تھا بلکہ انھیں اِن معاملات میں شہادت دینے کا ہی حق حاصل نہیں تھا۔[21]

منو اُونچے ورنوں کے ساتھ زیادتی کرنے والے شودروں کے لئے سخت سے سخت سزائیں مقرر کی ہیں۔اگر کوئی شودر کسی دیگر ورنوں کے لوگوں کو گالی گلوج کرتا ہے تو اُس کے زبان کاٹ دینے کا حکم دیا جاتا ہے[22]

منو کے مطابق شودر کی صحبت میں رہنے سے برہمن کے گندہ ہو جانے کا تصور پیش کرتا ہے۔اس منو نے شودروں سے پرہیز کرنے کا مشورہ دیتا ہے۔منو نے شودروں میں کئی پابندیاں عائد کی ہیں۔کھانے پینے رہنے اور چلنے وغیرہ کیلئے ضابطے مقرر کیے ہیں۔

منو کے مطابق شودروں کی شادیوں میں ویدیک منتروں کی اجازت نہیں تھی۔منو کے مطابق غیر آیائی ذاتیں شودر یعنی اچھوت تھیں۔شودر انتہائی اچھوت تھے۔اُنھیں گاؤں سے باہر رکھا جاتا تھا۔محض اشد کاموں میں ہی مقررہ ایام یا وقتوں پر بھی شودروں کو شہروں اور گاؤں میں داخل ہونے کی اجازت حاصل تھی راستہ چلتے وقت سر نیچے کر کے چلنے اور اونچی ذات والوں سے نظریں نہ ملانے کی اجازت تھی۔شودروں کے جسم پر بادشاہ کی جانب سے مخصوص نشان لگائے جاتے تھے جس سے انکی واضح طور پر شناخت ہوتی تھی۔

سماجی اصلاحات اور دلت

قدیم دور سے ہندوستان میں آبادی کے ایک بڑے حصہ کو ظلم و بربریت کا شکار بنایا گیا ہے۔انسانی حقوق سے انھیں محروم رکھا گیا ہے۔19 ویں صدی عیسوی میں سماجی مصلح کمزور طبقات کے حقوق کے لئے آواز بلند کرنا شروع کیا۔جیسا کہ ہم نے اوپر بیان کیا ہے کہ دلت مراٹھی لفظ ہے جسکی جڑیں عبرانی اور سنسکرت سے ملی ہیں اور اُسکے لفظی معنی مظلوم کے ہیں۔ہندوستان میں ہندوؤں میں ہی پیدا ہو کر مظلومیت کا شکار اچھوت طبقات کے لئے اس لفظ 'دلت' کا استعمال سب سے پہلے 19 ویں صدی میں مہاتما جیوتی راؤ پھولے نے کیا۔[23]

لفظ دلت میں مظلومیت اور استحصال کردہ کی کیفیت عیاں ہوتی ہے۔ کیونکہ اچھوت طبقات کو ہندوستان میں ہزاروں سالوں سے مظلومیت کا شکار بنا کر اُن کا استحصال کیا گیا ہے۔ آزادی کے بعد بھی یہ سلسلہ جاری ہے۔ اب بھی دلتوں میں احساس کمتری باقی ہے۔ کیونکہ صدیوں سے نسل در نسل آرہی غلامی اثر باقی ہے۔ اعلیٰ ذات والے اب بھی دلتوں کے نشانہ بنا رہے ہیں۔ برہمن ازم کی لابی آج لفظ دلت سے بھی پریشان نظر آرہی ہے کیونکہ اس لفظ کے استعمال سے انھیں اپنے اسلاف کے ظلم وستم کے آشکار ہونے کا ڈر ستا رہا ہے۔

لفظ دلت میں اچھوت طبقات اپنی عزت ووقار محسوس کرتا ہے۔ کیونکہ جب بھی دلت کہا جاتا ہے کہ اُسے اُس کا ماضی نظر آتا ہے۔ اچھوت طبقات کیلئے سب سے پہلے درج فہرست کی اصطلاح سب سے پہلے برطانوی حکومت نے قانون حکومت ہند بابتہ 1935 میں کی ہے۔ depressed کلاسیس کے طور پر اس صدی میں اس کا استعمال پہلی بار کیا گیا تھا۔[24]

ملک کی آزادی کے بعد بھی بابائے آئین بھارت رتن ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی زیر صدارت جب ملک کی آئین مرتب کیا گیا تو اِس میں اچھوتوں اور آدی واسیوں پر خصوصی توجہ دی گئی۔ درج فہرست اور قبائلی درجہ دیتے ہوئے دستوری طوری خصوصی مراعات فراہم کی گئیں۔

دلتوں کے حقوق اور تحریک آزادی:

ملک میں ایک جانب آزادی کی لڑائی لڑی جاری تھی۔ تو دوسری جانب اچھوت طبقات اپنے وجود کی بقاء کی لڑائی لڑ رہے تھے۔ ڈاکٹر بھیم راؤ امبیڈکر کی قیادت میں اچھوت یعنی دلت وہ لڑائی لڑ رہے تھے جو انسانیت کے ماتھے پر لگے لنک کو مٹانے کی کوشش تھی۔ کیونکہ اچھوتوں کو صدیوں سے ایسی زندگی گزارنے پر مجبور کیا گیا تھا کہ اُنکا وجود بے معنی ہو گیا تھا۔ کہیں اُنکی کوئی حیثیت نہیں تھی۔ اشرف المخلوقات میں جنم تو لیا تھا لیکن انسان جیسی زندگی انھیں میسر نہیں تھی۔ اونچی ذات والوں کے ظلم وستم نے اُنھیں اتنا کمزور کر دیا تھا کہ کہیں اُنکی آواز تک نہیں نکلتی تھی۔ پینے کے لئے نہ تو صاف پانی میسر تھا اور ہی پہننے کیلئے اچھا لباس دستیاب ہوتا تھا۔ سخت جسمانی محنت کے باوجود کم اُجرت ملتی تھی جس میں زندگی کا گزر بسر کرنا پڑھتا تھا لیکن اس کے باوجود حد تو یہ تھی کہ اُن پر سماجی بندھیشیں عائد تھیں۔ اچھوتوں کو عزت کی زندگی جینے کا حق بھی نہیں تھا۔ اچھوت بھی انسان تھے۔ لیکن انسانوں کے بیچ اِن اچھوت انسانوں کو ناپاک مناجاتا تھا۔ گاؤں سے دور انکی کچی بستیاں ہوا کرتی تھیں۔ جہاں بنیادی سہولیات تصور وگمان سے کوسوں دور تھے۔

امبیڈکر نے اِن اچھوتوں کے حقوق کیلئے جولڑائی لڑی وہ مثالی ہے۔ چاہئے پانی لڑائی ہو یا عزت وقار کی لڑائی یہاں سرسری نظر ڈالتے ہیں۔ 1927ء کے شروعات میں ممبئی حکومت نے اُنھیں بمبئی کی قانون ساز کونسل کا ممبر نامزد کیا۔ مختلف گوشوں سے امبیڈکر کو مبارک بادیاں پیش کی جارہیں تھیں۔ اور امبیڈکر کے اعزاز میں استقبالیہ اور تہنیتی تقاریبات کا اہتمام کیا جارہا تھا۔ امبیڈکر نے بھی اچھوت طبقات سے اُنھیں حاصل ہو رہے تعاون سے حوصلہ پاکر اپنی کارکردگی کو وسیع کررہے تھے۔ 1927ء میں امبیڈکر نے چودار تالاب کا کارنامہ انجام دیا۔

''مہاراشٹر کے ضلع رائے گڑھ کے قریب مہاڑ Mahad نامی ایک قصبہ ہے۔ یہ سارا علاقہ کوکن کا ہے۔ اس قصبے کی آبادی کے بیچوں بیچ چودار نام کا ایک چھوٹا سا تالاب ہے۔ اس تالاب کو 1869ء میں تعمیر کیا گیا

قانون ساز کونسل میں امبیڈکر کی کوششوں سے 1923ء کو ایک قرارداد منظور کرلیتے ہوئے علاقے کے تمام آبی ذخائر سے تمام لوگوں کو پانی حاصل کرنے کا اختیار دیا گیا ''[25] لیکن اس کے باوجود دیہاتوں اور شہروں کے عام ٹھکانوں پر پانی لینا منع تھا یہی صورتحال مہاڑ قصبے کے چودار تالاب کی تھی۔ مہاڑ کی نگر پالیکا نے بھی چودار تالاب کو تمام طبقات کیلئے کھلا کیا۔ قابل غور بات یہ ہے کہ اس تالاب سے جانوں کتے، گھوڑے بیل اور گدھے سب پانی پیتے تھے لیکن اچھوت سماجی پابندیوں کی وجہ سے تالاب کا پانی لینا تو دور کی بات تالاب کے قریب تک بھی نہیں جاسکتا تھا۔ ڈاکٹر امبیڈکر اور اُنکے ساتھیوں کو اپنے حقوق کی جدوجہد کو آگے بڑانے کیلئے ایک اچھا موقع تھا۔

اپنی تحریک کو آگے بڑھانے اور مقصد کو حاصل کرنے کیلئے 19 اور 20 مارچ 1927 کو چودر تالاب سے کچھ فاصلے پر اچھوتوں کی ایک بڑی کانفرنس کے انعقاد کا فیصلہ کیا گیا۔ بمبئی، ناگپور کے بشمول کوکن کے سارے علاقے میں اسکی کافی تشہیر کی گئی۔ تمام اچھوتوں کو اس کی اطلاع دی گئی۔

کانفرنس میں شرکت کیلئے مذکورہ تاریخوں کو تقریباً 5 ہزار اچھوت افراد جمع ہوگئے۔ اس کے علاوہ چند اعلیٰ ذات کے ایسے افراد جو اچھوتوں سے ہمدردی رکھتے تھے وہ بھی جمع ہوئے۔ یہ علاقہ امبیڈکر کیلئے کوئی نیا نہیں تھا کیونکہ قدرتی حسن سے مالا مال اس علاقے میں امبیڈکر کا بچپن گزرا تھا اور امبیڈکر کو بھی اس علاقے سے کافی الفت تھی۔ کانفرس کی کارروائی ایک ٹھیٹر میں شام 5 بجے شروع ہوئی۔ 3 ہزار سے زائد افراد اس کانفرنس ہال میں جمع تھے۔ امبیڈکر کو اس کانفرنس کی صدارت سونپی گئی۔ حاضرین جلسہ کے تیور دیکھتے ہوئے اُنہوں نے کافی جذباتی انداز میں سامعین کو مخاطب کیا۔ امبیڈکر نے اپنا صدارتی خطاب کچھ اسطرح کیا۔

’’ اچھوت پن اتنا تھا کہ انہیں چلتے وقت گلے میں ہانڈی لٹکائے رکھنا پڑھتا کیوں کہ تھوکنے سے راستہ ناپاک ہو جاتا۔ پہچان کیلئے ہاتھ میں کالا دھاگہ باندھنا پڑتا۔ جب انگریزوں نے علاقے میں قدم جمایا ہے تب سے اچھوتوں کو کچھ حد تک سر اُٹھانے کا موقع مل رہا ہے۔ اچھوتوں میں بہادری اور جرات ہوتی ہے اسی لئے ابتدائی دور میں انگریزوں کی فوج میں اُنہوں نے کارنامے انجام دیئے ہیں۔ جس کی وجہ سے جو لوگ رام رام نہ کہنے پر اچھوتوں پر ظلم کرتے وہی مراٹھا اور دوسری قوم کے لوگ فوج میں انہیں کھڑے ہو کر سلامی دیتے۔ انگریزوں نے کچھ غلطیاں کیں ہیں۔ جب ایسٹ انڈیا کمپنی کے انگریز اس ملک میں قدم جما رہے تھے۔ اس وقت کثیر تعداد میں اچھوت انگریزوں کی فوج میں تھے۔ اس وقت اِن اچھوتوں اور دلتوں کی بہادری اور جرات کی وجہ سے انھیں ملک پر مکمل طور پر قبضہ کرنے کا موقع ملا۔ مگر انگریزوں نے 96-1895 ء میں فوج میں اچھوتوں کی بھرتی پر پابندی لگائی۔ اس سے انکا کافی نقصان ہوا۔ پہلی جنگ عظیم میں جب فوج کیلئے افرادی قوت کی کمی محسوس ہوئی تو انگریزوں کو اچھوت دوبارہ یاد آئے۔ اور دلتوں کی ایک پلٹن ہی وجود میں آئی۔ اُنہوں نے اپنی بہادری کے کارنامے انجام دیئے۔ انگریزوں کی یہ خود غرضی کی پالیسی ہے۔ انگریزوں پر دلتوں کے بہت سارے احسانات ہیں۔ جس وقت نپولین بونا پارٹ نے برطانیہ کے خلاف اپنی فوجی مہم جاری رکھی ہوئی تھی اُس وقت برطانیہ کا برا حال تھا۔ برطانوی حکومت نے ایسٹ انڈیا کمپنی سے انسانی افراد کی شکل میں مزید مدد مانگی تھی۔ اس قدر نازک میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا ہندوستان میں اپنا تسلط جمانے میں کامیاب ہونے کا واحد جواب تھا اور یہ کہ اچھوتوں اور دلتوں کی مدد انکی طاقت۔ اب ان احسانات کا بدلہ چاہتے ہیں۔

اب حالات بدل گئے ہیں۔ صرف فوج میں داخل ہونے سے مسائل حل نہیں ہونگے۔ ترقی کے لئے کچھ مزید اقدامات ضروری ہیں۔ پہلی شرط یہ ہے کہ پرانی ذہنیت کو بدل دی جائے۔ یعنی دلت اور اچھوت روایتی پیشوں یعنی ستاری، لوہاری، بن کاری، اور چمڑوں سے متعلق صنعتوں سے منسلک نہ رہیں۔ بلکہ ہمیں اپنے حالات سدھارنا ہے تو دو باتیں ضروری ہیں۔ ایک تو ہمارے ذہین جن قدیم روایات کی وجہ سے زنگ آلود ہوئے ہیں انھیں صاف کرنا چاہئے اور اس میں پھر کسی نئی سوچ فکر کے بیج بونے چاہئے۔ دوسری بات ذہن نشین ہونی چاہئے کہ حکومت ایک اہم ادارہ ہے۔ کوئی کام اس وقت انجام پاتا ہے جب سرکار اس کام کو عمل میں لاتی ہے۔ یہ سب کچھ سرکاری ملازمتوں پر منحصر ہوگا۔ اس لئے ضرورت اس بات کی ہے کہ سرکاری ملازمتیں حاصل کی جائیں۔ سرکار میں داخل ہونے کے بعد ہی ہم اپنے کام کروا سکتے ہیں۔ مسلمانوں اور مراٹھوں نے اس بات کو اچھی طرح سمجھ لیا ہے۔ وہ کثیر تعداد میں ملازمتیں حاصل کر رہے

ہیں۔ برہمن لوگ افواہیں پھیلاتے ہیں کہ سرکاری نوکریوں میں کیا رکھا ہے۔اپنے ذاتی تجربے کی بنیاد پر میں کہہ سکتا ہوں کہ اس علاقہ کے بہت سارے لوگ افواج میں اچھے عہدوں پر تھے۔مگر انہوں نے اپنے بچوں کی طرف لاپرواہی کی۔اگر چہ انہیں پنشن کی شکل میں کافی رقم ملتی تھی۔لیکن اسکا صحیح استعمال وہ نہیں سمجھا۔وہ اگر بچوں کو پڑھاتے تو بہت سارے لڑکے اب تک گریجویٹ ہوجاتے اور سرکاری ملازمتوں پر فائز ہوجاتے۔افسوس کے مہار لوگ آج بھکاریوں کی شکل میں ایک گروہ بن گئے ہیں۔ ہر گھر سے بھیک مانگنا باسی غذا کیلئے عاجزی کرنا وغیرہ ایسی حرکات ہیں جس کی وجہ سے ہر قسم کی عزت سے وہ محروم ہوگئے ہیں وغیرہ۔[26]

"Mahad Satyagraha not for Water but to Establish Human ‘‘۔۔۔۔ Rights", [27]

دوسرے دن اس اجلاس کی کارروائی لگ بھگ 9 بجے شروع ہوئی۔اس اجلاس میں کئی اہم قراردادیں منظور کرلی گئیں۔اِن قراردادتوں میں

☆ ہندوطبقات سے اچھوتوں کے حقوق کے تحفظ میں تعاون کرنے

☆ اچھوتوں کو ملازمت دینے

☆ قانون کے ذریعے اچھوت پن کا خاتمہ

☆ اچھوتوں کو مفت اور لازمی تعلیم ،اچھوت طبقات کے طلباء کے لئے ہاسٹلس کی سہولیات کا مطالبہ کرتے ایسی اہم قراردا تیں منظور کرلی گئیں[28]

اننت راؤ چترے نے قراردادوں کی منظوری کے بعد یہ تجویز پیش کی کہ اس اجلاس میں ہزاروں کی تعداد میں دلت اور اچھوت جمع ہیں ہم اہم کام کیے بغیر اس اجلاس کے اختتام کا اعلان نہ کریں۔اِنہوں نے اپنی تجویز میں کہا کہ قصبے مہاڑ میں ایک تالاب ہے جس کا چودار تالاب ہے۔ یہ تالاب ایک عام نام کا عام تالاب ہے۔لیکن اس کا پانی اچھوتوں کیلئے محروم کردیا گیا ہے۔مہاڑ کے اچھوت اس تالاب کے پاس تک نہیں جاسکتے۔اسکی وجہ یہاں کے دلتوں کیلئے پانی کا حصول کافی دشوارکن مرحلہ ہے۔حالانکہ مقامی نگر پالیکا نے ایک قرارداد کے ذریعے اس تالاب کو سب کیلئے کھول دیا ہے۔اس لئے میری یہ تجویز ہے کہ اس پابندی کو ختم کرنے کیلئے امبیڈکر کی قیادت میں پریشد کے تمام ارکان اجتماعی طور پر تالاب جاکر پانی پیئں۔اور اگر ایسا ہوا تو یہ ایک تاریخی واقعہ کے طور پر یاد رکھا جائیگا۔اس تجویز کو منظور کرلیا

گیا۔ پریشد کے صدر امبیڈ کر کی قیادت میں ایک جلوس نکلا۔ یہ انتہائی جذباتی ماحول تھا۔ امبیڈ کر تالاب کے کنارے ٹھہرے۔ جو واقعات پیش آرہے تھے۔ وہ ایک آنے والی آندھی کا پیش خیمہ تھے۔ امبیڈ کر آہستہ آہستہ سیڑیوں سے اُتر کر جھکے اور اپنے دونوں ہاتھوں سے تالاب کا پانی لیکر پی لیا۔ اس کے ساتھ ہی پریشد کے اختتام کا اعلان ہوا۔ صدر اور مہمان گیسٹ ہاوز روانہ ہو گئے۔ ممبئی روانگی کی تیاری کرنا شروع کی۔ تمام ارکان طعام گاہ پہنچے۔ اسی دوران قصبے کے اعلی ذات والوں نے جھوٹا اعلان کیا کہ اچھوت چودر تالاب کا پانی پینے کے بعد ویشو کے مندر میں گھسنے والے ہیں۔ اس پر تمام اعلیٰ ذات والوں سے کہا گیا کہ وہ مندر کی حفاظت کیلئے مندر کے پاس جمع ہو جائیں۔ جب اس بات کی اطلاع مقامی پولیس افسران کو ہوئی تو پولیس افسران گیسٹ ہاوز پہنچکر امبیڈ کر سے دریافت کیا کہ کیا وہ مندر میں داخل ہونے کا کوئی منصوبہ رکھتے ہیں۔ امبیڈ کر نے واضع کیا کہ ''مندر میں داخلے کا کوئی ارادہ نہیں ہے اُنہوں نے پولیس کہا کہ وہ دیگر لوگوں کو سنبھالیں اور اپنے لوگوں کو وہ خود قابو میں رکھیں گے'' وہ اپنے ساتھیوں کو اس جگہ روانہ کیا جہاں اچھوت کھانا کھا رہے تھے۔ اور اُن سے ایسی کوئی بھی حرکت نہ کرنے کو کہا[29]

اس دوران جب چند لوگ اجلاس میں شرکت کر کے واپس جانا شروع کیا تو جو لوگ لاٹھیاں لیکر مندر کے پاس جمع تھے۔ اِن پر حملہ کیا۔ بہت سارے لوگ زخمی ہو گئے۔ پولیس انسپکٹر گیسٹ ہاوز پہنچکر امبیڈ کر سے ساتھ چلنے کی درخواست کی۔ جب امبیڈ کر اجلاس گاہ پہنچے تو دیکھا کہ کئی افراد زخمی پڑھے تھے۔ کئی اچھوت مقامی مسلمانوں کے گھر میں پناہ لئے ہوئے تھے۔ یہ سارے حالات دیکرا امبیڈ کر کو کافی غصہ آیا لیکن اُنہوں نے بے حد صبر و تحمل سے کام لیا۔
سب سے حیرت کی بات یہ تھی کہ قصبے میں مجسٹریٹ ہونے کے باوجود یہ سب کچھ ہوا تھا۔ سوال یہ پیدا ہو را تھا کہ مجسٹریٹ کی موجودگی کے باوجود یہ سب کچھ کیسے ہوا؟ حالات پر کیوں کنٹرول نہیں کیا گیا۔ پولیس میں شکایت درج کرائی گئی۔ زخمیوں کو دواخانوں میں شریک کروایا گیا۔ پولیس اس معاملے میں کوئی کوتاہی نہ برتیں اس لئے گورنر اور ضلع کلکٹر کو ٹیلی گرام کے ذریعے اطلاع دی گئی۔ اونچی ذات کے مراٹھوں نے یہ افواہیں پھیلا دیں کہ مہاڑ میں چودار تالاب ناپاک ہو گیا ہے۔

اپنے اپنے دیہاتوں کے تالاب کو بھی ناپاک ہونے سے بچالیں۔ اس سے سارے علاقے کے حالات کشیدہ ہو گئے۔ علاقے کے بیشتر گاؤں میں اچھوتوں پر ظلم وستم کے بادل ٹوٹ پڑھے۔ کئی مقامات پر انھیں تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ امبیڈ کر گیسٹ ہاوز خالی کیا اور ایک مکان میں مزید دو دن قیام کیا۔ اس معاملے میں پولیس نے اونچی ذات کے نو

افراد کے خلاف مقدمہ درج کیا۔6 جون 1927 کو فیصلہ سنایا گیا 5 افراد کو چار ماہ کی سزا دی گئی۔

اس فیصلے پر تبصرہ کرتے ہوئے امبیڈکر نے کچھ یو کہا

"اچھا تھا مجسٹریٹ انگریز تھا ورنہ اگر کوئی پیشوا ہوتا تو اِن ملزمین کو دھرم ویر کے خطاب سے نوازتا اور مار کھانے والے مظلوموں پر الزام لگاتا کہ اُنہوں نے ہندو مذہب کو ڈبو ڈالا ہے

اونچی ذات والوں کو اب یہ فکر لاحق ہوئی کہ مہاڑ کو چودر تالاب اچھوتوں کے چھونے سے ناپاک ہو گیا ہے۔ اِسے کس طرح دوبارہ پاک کیا جائے۔اس لئے وشنو کی مندر میں ایک اجلاس طلب کیا گیا دھرشاستر کے مطابق فیصلہ دیا گیا کہ تالاب سے ایک سو108 گھڑے پانی نکالا جائے اور اس میں گائے کا پیشاب اور گوبر ملا کر اس مرکب کو تالاب میں ڈالا جائے تالاب دوبارہ پاک ہو جائیگا۔

ملک میں تحریک آزادی کے دوران کانگریس پارٹی سائمن کمیشن کی شدید مخالفت کر رہی تھی۔ڈاکٹر بی آر امبیڈکر نے یہ طئے کر لیا تھا کہ چاہئے جو کچھ بھی ہو جائے مگر سائمن کمیشن کے روبرو اچھوتوں کی نمائندگی ضرور کرنی چاہئے۔23 اکٹوبر 1928ء کو سائمن کمیشن سے تعاون کرنے پر ملک کے کئی گوشوں سے ان پر تنقید کی گئی اور شدید اعتراض بھی کیا گیا لیکن امبیڈکر نے مخالفت اور اعتراضات کی پروا کیے بغیر معقول جواب دیا کہ ملک کے اچھوتوں کی حالات زار اور اُنکو درپیش مسائل کو برطانوی حکومت کے سامنے پیش کرنے کا اس سے اچھا موقع کیا ہو سکتا ہے۔اس لئے اُنہوں نے اس موقع کا مکمل فائدہ اُٹھایا۔

امبیڈکر نے اچھوتوں کے کئی مطالبات کو سر سائمن کمیشن کے سامنے رکھا۔ملک کی چوتھائی آبادی اچھوتوں پر مشتمل تھی لیکن اِن کے مسائل اور مطالبات کو اُس وقت تک کسی بھی قومی رہنماء نے برطانوی حکومت کے سامنے پیش نہیں کیا تھا۔لیکن امبیڈکر نے انتہائی خوش اسلوبی باریکی اور موثر انداز سے اچھوتوں کے درکھ درد اور وہ جھیل رہے ظلم ستم غیر انسانی سلوک نسل درنسل سے چلتی غلامی کو سائمن کمیشن کے سامنے پیش کیا۔

23 اکٹوبر 1928ء کو پونہ میں سائمن کمیشن کا اجلاس منعقد ہوا۔اِس اجلاس میں ڈاکٹر بی آر امبیڈکر نے اچھوتوں کی نمائندگی کرتے ہوئے اپنا بیان قلمبند کرایا۔کمیشن کی جانب سے امبیڈکر سے اچھوتوں، اچھوتوں کو درپیش مسائل اور مہار اور مانگ کے آپسی تعلقات کے بشمول کئی اُمور پر سوالات کیے گئے جن کا امبیڈکر نے معقول جواب دیا۔سوال اور جواب کچھ اسطرح تھے

"سوال: آپ کے خیال میں ملک کے دستور میں اچھوتوں کو کس قسم کی نمائندگی دی جانی چاہئے۔۔؟

امبیڈکر کا جواب: ہم اقلیت کو ہندوؤں سے الگ ایک اقلیت کے طور پر تسلیم کیا جائے۔ یہ ہمارا پہلا مطالبہ ہے۔ برطانوی حکومت میں دوسری کسی اقلیت کے مقابلے اچھوتوں کو تحفظات کی زیادہ ضرورت ہے۔ اچھوت مالی نقطہ نظر سے پیچھے ہیں تعلیمی بیداری میں پیچھے ہیں اور سماجی اعتبار سے دیکھا جائے تو انہیں غلامی کی حالت میں رکھے جانے سے وہ دوسری اقلیت کے مقابلے زیادہ سیاسی ناانصافی کا شکار ہوتے ہیں۔ اور انہیں مظالم سہنے پڑتے ہیں۔ اس ہم محفوظ حلقے انتخابات اور بالغ رائے دہی کا مطالبہ کرتے ہیں۔

سوال :Depressed Classes اچھوت طبقات کیا ہندوؤں کا ہی حصہ ہیں۔۔؟

جواب: جب تک ہم ہندو دھرم کی چوکھٹ سے باہر ہیں ہمیں ہندو کہیں یا غیر ہندو کہیں کوئی معنی نہیں رکھتا۔

سوال: ڈاکٹر امبیڈکر کیا دلت اور اچھوت ایک معنی میں استعمال کرتے ہیں۔؟

جواب: ہاں

سوال: اچھوت کے کیا معنی ہیں آپ اسکی تعریف کر سکتے ہیں۔

جواب: جس ذات کی وجہ سے یہ مان لیا جاتا ہے دوسرا ناپاک ہوتا ہے وہ اچھوت ہے۔''[30]

گول میز کانفرنس میں اچھوتوں کی نمائندگی کیلئے ڈاکٹر امبیڈکر اور مدراس کے راؤ بہادر سرنیواس کو مدعو کیا گیا۔ اس طرح دلت قائدین کو اپنی نمائندگی کا موقع ملتا گیا۔

امبیڈکر نے 20 نومبر 1930 کو گول میز کانفرنس کی پانچویں نشست میں اپنے موقف کو پیش کیا۔ اُنہوں نے اپنی تقریر کی شروعات کچھ اسطرح کی تھی کہ

''جن لوگوں کی حالت غلامی سے بدتر، جنکی آبادی فرانس کی آبادی کے برابر ہے جو ایک ملک کی آبادی کا پانچواں حصہ ہیں ان کی شکایات اور انکے مطالبات اس کانفرنس میں رکھنا چاہتا ہوں۔ ہندوستان کی حکومت، عوام کی عوام کیلئے اور عوام کے ہاتھوں میں ہونا چاہئے۔ جن اچھوت عوام کی یہ بدتر حالت ہے اس بدتر حالت کیلئے بڑی حد تک برطانوی حکومت کی پالیسی ذمہ دار ہے۔ برطانوی حکومت سے قبل ہماری (اچھوتوں) کی جو مظلومیت تھی اس میں رتی برابر بھی تبدیلی نہیں آئی۔ ہم صرف موقع کے منتظر تھے۔ برطانوی راج سے قبل ہمیں کنویں سے پانی لینا منع تھا۔ کیا اس کے لئے برطانوی حکومت نے کچھ کیا۔ پہلے پولیس فورس میں ہمیں داخلہ نہیں تھا۔ کیا آج ہمیں پولیس فورس میں داخلہ ہے۔ ان سوالات کے جوابات نفی میں ہیں۔ ہمارے دکھ رستے ہوئے زخموں کی طرح ہیں۔ برطانوی حکومت

کی عمل داری شروع ہوئے 125 برس ہوئے مگر اب بھی ہمارے دکھ جوں کے توں ہیں ایسی حکومت کس کام کی۔؟''[31]

لفظ 'دلت' کے استعمال کو لیکر اب کافی شور مچا ہے کہ امبیڈکر نے کبھی اس اصطلاح استعمال نہیں کیا تھا۔لیکن حقیقت کچھ اور ہی ہے جبکہ 4 ستمبر 2018 کو ٹیلی گراف کے آن لائن ایڈیشن میں شائع ایک مضمون میں اس بات کا انکشاف کیا گیا ہے کہ ''امبیڈکر نے لفظ دلت کا استعمال 1936 میں ایک پمفلٹ میں کیا تھا۔''[32]

مہاتما گاندھی نے اچھوتوں کے لئے ایک خاص اصطلاح 'ہریجن' کا استعمال کیا جس مراد ہری یا وشنو سے منسوب کر کے اچھوتوں کو عزت دینے کی کوشش کی تاہم امبیڈکر نے اچھوتوں کو 'ہریجن' کہلانا پسند نہیں کیا۔کیونکہ امبیڈکر کو اچھوتوں کے تیئں گاندھی کے نظریات کو لیکر کافی اختلاف تھا۔ہوسکتا ہے کہ امبیڈکر کو اس بات کا خدشہ تھا کہ صدیوں سے ہندوؤں کے اعلیٰ ذاتوں کا ظلم وستم سہکر آرہے اچھوتوں کو ہریجن کہنے سے اُنکا ماضی مٹ جائے گا اسی لئے شائد امبیڈکر نے اپنی دوراندیشی کی وجہ سے ہریجن کہلوانا پسند نہیں کیا۔

اب جب عدالت عالیہ بامبے ناگپور بنچ نے اپنے ایک حکم نامے میں سرکاری ریکارڈ اور سرکاری استعمال میں دلت لفظ کے استعمال پر پابندی عائد کردی ہے۔جس کی بنیاد پر وزارت اطلاعات ونشریات نے تمام میڈیا کے اداروں کے لفظ دلت کے استعمال کے بجائے دستوری اصطلاح درج فہرست طبقات کے استعمال کی ہدایت دی ہے۔

راقم دلت لفظ کے استعمال کی حمایت کرتا ہے۔کیونکہ دلت لفظ دراصل سماجی ،سماجیاتی لفظ ہے۔جس کے استعمال میں قباحت نہیں ہونی چاہئے کیونکہ ایک ایسی قوم جو صدیوں ظلم وستم کا شکار ہوئی ہواُسے مظلوم کہنے میں کوئی برائی نہیں ہے۔کیونکہ آج بھی دلتوں کی حالت پر اگر نظر ڈالیں تو ماضی اوراق پلٹ جیسا محسوس ہورہا ہے۔[33]

2006 کے ایک مطالعہ کے مطابق 64 فیصد دلتوں کو اب بھی مندروں میں داخل ہونے نہیں دیا جاتا ہے۔دلتوں کو اب بھی کم اُجرت میں کام دیا جاتا ہے۔73 فیصد گاؤں ایسے ہیں جہاں گھروں میں دلتوں کو داخل ہونے نہیں دیا جاتا ہے۔جبکہ ہر دن دلتوں کے خلاف atrocities کے 27 معاملات ہوتے ہیں۔ہر ہفتے 13 دلتوں کا قتل ہوتا ہے۔ہر دن کم ازکم 3 دلت خواتین کا ریپ ہوتا ہے۔یعنی ہر 18 منٹ میں دلتوں کے خلاف ایک سنگین جرم ہوتا ہے دلت آف انڈیا[34]

حوالے:

1 منوسمرتی 8:270

2 جی ایف ایلین کی تصنیف سے ڈاکٹر رام شرن اپنی تصنیف Sudras in Ancient India میں ماخوذ کیا ہے۔ ص نمبر 5

3 ڈاکٹر رام شرن شرما، 'قدیم ہندوستان میں شودر

4 رگ وید

5 رگ وید (3)34,9

6 سر مارٹیمر وہیلر، 1968 'دی انڈین سیولائیجیشن' صفحہ نمبر 91-90

7 رگ وید (9)41-1-2

8 رگ وید (8)5,13,16

9 رگ وید (8)27'24

10 گوتم دھرم سوتر (10)47

11 بودھیانہ دھرم سوتر (2)10,3,2

12 آپس تنبہ دھرم سوتر (2)4,26,10

13 آپس تنبہ دھرم سوتر (2)15,27,10 گوتم سوتر (12)7

14 ودھیک شودر آریایا آم۔ آپس تنبہ دھرم سوتر (2)9,27.10

15 آپس تنبہ دھرم سوتر

16 پاشوپالک شیتر کرشا گنگارئی تر پر چار کا بھوجیسا نتا ہبہ

17 ارتھ شاستر

18 ایضا

19 منو (10)99 اور 100

20 منو (10)

21 منو
22 منو
23 Mamta Rajawat, Social Justice and Dalits, New Delhi; Anmol Publication Pvt Ltd., 2005, p 5.
24 Rajkumar (ed.,) Essays on Dalits, New Delhi: Discovery Publishing Company, 2003, P.115.
25 DBAWS,Volum 5 p248
26 DhananjayKeer., Dr. BabasahabAmbedkar: Life and Mission, pp. 70-71
27 Dr Babasaheb Ambedkar Writings and Speeches, Volume 17, Part 1.
28 DBAWS,Volum 17-I P 06
29 DBAWS,Volum 17-I P 06
30 Dr. Babasaheb Ambedkar : Writings and Speeches, Vol. 2, P 465
31 Dr Babasaheb Ambedkar writings and speeches vol 2 pp503-509
32 ٹیلی گراف، آن لائن ایڈیشن، 4 ستمبر 2018 کا آرٹیکل
33 According to official Indian crime statistics, averaged over the period 2001-2005:
34 IDSN ,INTERNATIONAL DALIT SOLIDARITY NETWORK